

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## اشارات

قیامِ پاکستان کے ۲۳ سال بعد اکتوبر ۱۹۷۰ء میں اس ملک کے لوگوں کو پہلی مرتبہ باغ رائے و سبندگی کی بنیاد پر انتخابات عام کا موقع مل رہا ہے۔ یہ موقع ہماری زندگی کا ایک ایسا نازک اور فیصلہ کن مرحلہ ہے جس میں اگر ہم نے امانت، دیانت، احساسِ ذمہ داری، اللہ کے دین سے حقیقی اور سچی وفاداری کا ثبوت نہ دیا اور قومی اور دینی تقاضوں کے مقابلے میں علاقائی، خاندانی اور ذاتی مصلحتوں کو نظر انداز کر کے کاروبار اختیار نہ کیا تو پورا ملک شدید خطرے میں پڑ جائے گا اور اس سے نہ صرف اہل پاکستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا بلکہ پوری دنیائے اسلام میں اسلامی محاذ اور دینی تحریکات کی پوزیشن کمزور ہوگی۔ اس مرحلے پر ہم اس ملک کے بھی خواہوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا چاہتے ہیں اور ان پر یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس وقت ایک لمحہ کی غفلت یا کسی ایک آدھ معاملے میں بے تدبیری بھی کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

ایک مسلمان کے لیے یہ بات بالکل ناقابلِ تصور ہے کہ وہ اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام کا علمبردار ہو اور دین کی خدمت کے سوا کسی دوسرے نظریہ حیات کی خدمت کو اپنی زندگی کا مطلوب و مقصود قرار دے۔ اس حد تک تو تمام مسلمانوں کو بالکل یکسو ہونا چاہیے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا ہر شخص کا اپنا کام ہے کہ وہ دین کی خدمت کے لیے کس جماعت کے ساتھ وابستہ ہو کر کام کرے۔ جماعت اسلامی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ دین کی خدمت صرف اسی سے وابستہ ہو کر کی جاسکتی ہے۔ بھلائی کا کام جو گروہ بھی کرے ہم انشاء اللہ ممکن حد تک اس سے تعاون کریں گے۔ البتہ جو لوگ اسلام سے سچی محبت اور وابستگی رکھتے ہیں اور

وہ اپنے انداز پر کوئی الگ کام بھی نہیں کر سکتے بلکہ کسی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو کر کام کرنا چاہتے ہیں، ان کی خدمت میں ہم جماعت اسلامی کا مختصر تعارف، اُس کے کام کرنے کا طریقہ اور اس کے مقاصد اور پھر ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اُس کی انتخابی مہم کی نوعیت بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ پوری طرح سچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں۔

جماعت اسلامی کے تعارف کے لیے مختصر طور پر صرف ایک ہی بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ جماعت حقیقت میں مسلمانوں کو ان کا اصل فرض یعنی اقامتِ دین یاد کرانے کے لیے اٹھی ہے اور اپنے محدود وسائل کی حد تک خود اسی فرض کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہے۔ اقامتِ دین یا دوسرے الفاظ میں باطل نظام ہاتھ دھو کر جانے کی جگہ نظامِ حق کا نفاذ، چونکہ ایک مہم گیر کام ہے اس لیے جماعت کا دائرہ عمل بھی بڑا وسیع ہے۔ اس نے خدا کے فضل اور اس کی تائید سے جہاں غیر اسلامی افکار و نظریات کی علمی اور موثر انداز سے تردید کی ہے وہاں عمل اعتبار سے بھی ہر کارخانہ نظامِ زندگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی ہے اور اس راہ میں ہر قسم کے مصائب اور لعن طعن اور سزاؤں کو برداشت کیا ہے۔ اگر یہ جماعت محض علمی سطح پر رہ کر مختلف موضوعات پر تحقیقی کام کرتی رہتی یا اپنی سرگرمیاں محض وعظ و تلقین تک محدود رکھتی تو باطل کبھی بھی اس کے پیچھے اس طرح پنجے جھاڑ کر نہ پڑتا جس طرح کہ اب پڑا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے اثر و نفوذ سے دنیائے عمل میں باطل کا تسلط ختم ہوتا ہے اس لیے وہ اس جماعت کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہے اور اسے مٹانے کے لیے اٹھتی چلی کا زور صرف کر رہا ہے۔

جماعت اسلامی کے کام کی نوعیت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس ماحول کو نگاہ میں رکھا جائے جس میں یہ سرگرم عمل ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بین الاقوامی صورتِ حال کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت بظاہر دنیا دو مختلف بلاکوں میں منقسم ہے۔ سرمایہ دارانہ جمہوری بلاک اور اشتراکی بلاک۔ لیکن اگر تہذیبی اور نظریاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ دونوں بلاک بعض

اختلافات کے باوجود ایک ہی نظریہ کے حامل اور ایک ہی تمدن کے علمبردار ہیں۔ یہ دنیا میں مادی اقدار اور مادی تہذیب کو غالب اور حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ سرمایہ دار ممالک میں کسی قوم کی اجتماعی قوت کو سرمایہ کے اثر کا زہ سے متعدد مقامات پر نمونہ کر کے مذہب کو غیر موثر قوت بنایا جاتا ہے۔ اور اشتراکیت اس اجتماعی قوت کو ایک مقام پر جمع کر کے اسے مذہب کے خلاف بے دریغ استعمال کرتی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان نوعیت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک مفکر کے بقول سرمایہ داری جس چیز کو پرچون کے طور پر فروخت کرتی ہے، اشتراکیت اُسے ٹھوک کے بھاؤ بیچتی ہے۔

ان دونوں نظاموں کی نظریاتی اساس ایک ہونے کی وجہ سے ان کے طرز عمل میں بھی آہستہ آہستہ یگانگت پیدا ہو رہی اور بین الاقوامی معاملات میں انہوں نے ایک دوسرے کا حریف بننے کے بجائے ایک دوسرے کا حلیف بنا لینا شروع کیا ہے۔ سرمایہ داری نے جمہوریت اور فرد کی آزادی کی راہ سے مادی تہذیب کی تشکیل کی ہے۔ اور اشتراکیت نے آمریت کی راہ سے اور فرد کی آزادی سلب کر کے مادی تہذیب کا قفر تعمیر کیا ہے۔ اب جبکہ تہذیب کے یہ دونوں قہر آمنے سامنے کھڑے ہیں، غور و فکر کرنے والے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کے درمیان پوری ہم رنگی کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اگرچہ ان دونوں کی تعمیر کا انداز ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ خود ان دونوں نظاموں کے علمبرداروں میں بھی آہستہ آہستہ یہ احساس ابھر رہا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایک دوسرے سے بیگانگی کا طرز عمل اختیار کیے ہوئے ہیں، حالانکہ آج اندر نظر ماتی اعتبار سے کوئی بُعد نہیں۔ اختلاف جو کچھ تھا وہ تذبذب منزل کا تھا۔ منزل دونوں کی ایک ہے، یعنی مادی تہذیب کی تشکیل اور پوری دنیا پر اس کا تسلط۔

ان دونوں نظاموں کے مابین اختلافات کی جو خبریں کبھی کبھی اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں ان کے پیچھے کسی نظریاتی اختلاف کا پتہ نہیں چلتا۔ لے دے کر ایک ہی چیز سامنے آتی ہے کہ ذمیوی مفادات کی تقسیم اور ثبوتارے کے معاملے میں بسا اوقات رنجشیں اور تلخیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان اس اتحاد و اتفاق کی رُوح کو سمجھنے کے لیے یوں تو حال میں کئی ایک نئی کتابیں سامنے آئی ہیں، مگر دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک کوپ لینڈ کی کتاب

ACHALLENGE TO GAMES OF THE NATIONS - اور دوسری سینیٹی کی کتاب  
- MODERNIZATION

ان دونوں کتابوں کا اگر غور سے مطالعہ کر لیا جائے تو امریکہ اور روس اور مغرب کی دوسری قوموں کا مشرقی اقوام، خصوصاً مسلمانوں کے بارے میں طرزِ عمل پوری طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے اور اس امر کا بالکل صاف پتہ چلتا ہے کہ اس وقت مغربی تہذیب کے سارے علمبرداروں کی کوشش یہی ہے کہ مشرق کسی طرح اپنی تہذیب کو از سر نو زندہ کر کے کہیں اُسے مغربی تہذیب کے مقابلے میں بطور ایک چیلنج کھڑا کر دے اس معاملے میں انہیں خاص طور پر مسلم ممالک کی طرف سے خطرہ ہے کیونکہ مسلمانوں کے سوا دنیا کی کوئی قوم اپنے پاس تہذیب و تمدن کا ایسا سرمایہ نہیں رکھتی جس کی مدد سے فکر و عمل کا ایک جامع نظام زندگی تشکیل کیا جاسکے۔ اس لیے امریکہ اور روس دونوں کو اس بات کی فکر و متنگیر رہتی ہے کہ مسلمان ممالک ان دو میں سے کسی ایک کے ہمیشہ دست نگر رہیں۔ اب ان کی پالیسی کا انداز یہ ہے کہ پہلے ایک ملک مشرق کے کسی حصے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھاتا ہے مگر جب اُس کی ریشہ دو اینیوں کی وجہ سے اس کے خلاف ردِ عمل پیدا ہونا شروع ہوتا ہے تو فوراً دوسرا آگے بڑھ کر خلا کو پورا کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ مصر ہی کو لیجیے۔ وہاں جب انقلابی حکومت قائم ہوئی تو امریکہ ایک مؤثر قوت کی حیثیت سے ایک خاص کردار ادا کر رہا تھا، بلکہ کوپ لینڈ کے قول کے مطابق یہ سارا ڈرامہ ہی امریکہ کی شہ پر کھیل گیا۔ مگر جب امریکہ ان توقعات کو پورا نہ کر سکا جس کے وعدے اس نے انقلاب کے علمبرداروں سے کر رکھے تھے اور ان کے اندر بددلی بھیننے لگی اور امریکہ کے خلاف نفرت کا ایک عام زحمان پیدا ہونے لگا تو فوراً روس نے دستِ تعاون بڑھایا اور انہیں اس امر کا یقین دلایا کہ وہ ان کا حقیقی خیر خواہ ہے لہذا اہلِ مصر اور ان کے حلیفوں کو اس پر اعتماد کرنا چاہیے مگر روس نے اسرائیلی اور عرب کی جنگ میں جو رویہ اختیار کیا ہے اس سے اس کے اخلاص کا سارا بھرم کھل جاتا ہے۔ اس میں جس نیم دلانہ تعاون کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھتے ہوئے ایک انسان باسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس کا مقصد امریکہ اور اسرائیلی کی کوئی مؤثر مخالفت یا عربوں کی بھرپور حمایت نہ تھی بلکہ یہ محض اشکِ شونی تھی تاکہ عرب روس سے بددل ہو کر معاونت کے لیے کسی اور طرف رجوع نہ کر لیں۔

خود پاکستان کے حالات امریکہ اور روس کی اس ملی بھگت کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے اس ملک میں ایک مدت تک امریکہ کا غیر معمولی اثر قائم رہا اور خارجی اور داخلی تعلقات میں ہم اس کا اشارہ ابروئے چشم پاکر ہی بہتر قدم اٹھاتے رہے۔ اس کے افکار و نظریات اور اس کی تہذیب و تمدن کو ہم نے اپنے ہاں رواج دینے کی کوشش کی۔ مگر ساتھ ساتھ اشتراکی نظریات کو بھی بڑھتے اور پھیلنے پھولنے کے پورے مواقع فراہم کیے گئے اور اس معاملے میں بھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی۔ امریکہ اور روس دونوں اس بات سے خوش تھے کہ اس ملک میں الحاد اور مادیت سرایت کرتی جا رہی ہے اور اسلامی تعلیمات کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جہاں تک مغربی اقدار کی ترویج و اشاعت کا تعلق ہے دونوں ایک دوسرے کے ہم عنان تھے، بلکہ بسا اوقات کھلے طور پر ایک دوسرے کی معاونت اور دستگیری بھی کرتے تھے۔ بہت سی ایسی انجمنیں اور تنظیمیں جو ثقافت اور آرٹس کے نام پر اس ملک کی اخلاقی اساس کو برباد کرنے میں منہمک تھیں ان کی امریکہ اور روس دونوں طرف سے حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔ مگر جب سیاسی مصالح کے نقطہ نظر سے امریکہ نے کھل کر بھارت کی حمایت شروع کی اور پاکستان سے منہ موڑ لیا تو روس نے ہمارے ارد گرد ایسی جذباتی فضا پیدا کر دی جس کے تحت ہم اس کی طرف نجات دہندہ کی حیثیت سے دیکھنے پر مجبور ہوئے۔ پاک بھارت جنگ کے بعد معاہدہ تاشقند میں جس طرح روس نے امریکہ کی خواہش کے عین مطابق پاکستان کو بعض ذلت آمیز شرائط پر بھارت سے صلح کرنے پر مجبور کیا وہ ان دونوں ملکوں کی ملی بھگت کی کھلی شہادت ہے۔ جو کام امریکہ نہ کر سکتا تھا وہ اس نے روس کے ذریعے کروایا اور اس امر کی کوشش کی کہ ہم اب روس پر اعتماد کرنا شروع کر دیں تاکہ ان دونوں بنوں سے مایوس ہو کر کہیں یکسوئی کے ساتھ اپنے خدا کی طرف متوجہ نہ ہونے پائیں اور اپنی دنیا خود اپنی نظریاتی اور تہذیبی بنیاد پر تعمیر کرنے کا عزم نہ کریں۔

امریکہ اور روس کے درمیان ممکن ہے سامراجی عزائم کی تکمیل کے معاملے میں کچھ اختلافات ہوں اور مادی مفادات کی تقسیم کے سلسلے میں ان کے مابین کبھی کبھی تلخی اور رنجش پیدا بھی ہو جاتی ہو، مگر

اسلام کو مٹانے اور اس کے مقابلے میں غیر اسلامی نظریات اور اقدار کو قوت بہم پہنچانے اور اسلام کے علمبرداروں کی طاقت کو توڑنے کے معاملے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ مسلم ممالک میں اچھے اور اسلام کے لیے جو تحریکات کام کر رہی ہیں، یہ دونوں ممالک انہیں برباد کرنے پر ادھار رکھائے بیٹھے ہیں اور جب بھی انہیں کسی طرف سے زک پہنچائی جاتی ہے انہیں بید خوشی ہوتی ہے۔ انخوان المسلمین کی تباہی پر امریکہ اور روس دونوں کو جس قدر خوشی اور مسرت ہوتی وہ کسی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔

پاکستان کی جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خلاف آتے دن امریکی پریس، اور نام نہاد امریکی مصنفین جس قسم کا مواد پیش کرتے رہتے ہیں ان سے ان کے ناپاک عزائم کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ میں پاکستان کے سیاسی معاشرتی اور معاشی حالات کے بارے میں متعدد کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان سب میں جماعت اسلامی کے بارے میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ چند تنگ نظر رجعت پسند اور دقیانوسی ملاؤں کی ایک فاشسٹ تنظیم ہے جو قوت کے بل بوتے پر معاذ اللہ ایک فرسودہ اور بیکار نظام حیات نافذ کرنا چاہتی ہے، اس کے ماننے والوں میں اندھے جوش کے سوا کوئی چیز نہیں، دقیانوسیت ان کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ اس معاملہ میں اگر کوئی شخص ان لوگوں کے خیالات کی چند جھلکیاں دیکھنا چاہتا ہے تو اسے BINDER اور FREELAND ABBOT اور

کی تحریروں پر ایک نگاہ ڈالنی چاہیے۔ ان سے اسے ان کے رجحانات اور عزائم کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ یہ لوگ اسلام کے ان سارے قادموں کے دشمن ہیں جو مسلمانوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں اس بات پر سرگرم عمل کرتے ہیں کہ وہ اس دین کی اساس پر اپنی اجتماعی زندگی کی تشکیل کریں اور پھر اس دین کو دنیا کی ایک غالب قوت بنانے کے لیے جدوجہد کریں۔ اول تو ان غیر مسلم قوموں کو اسلام کے نام ہی سے چڑھے۔ لیکن اگر وہ مسلم قوم کے مزاج کو سامنے رکھ کر اس کی کوئی صورت گوارا کرنے پر آمادگی کا اظہار بھی کرتی ہیں تو دین کی اس شکل کو برداشت نہیں کرتیں جس کا عملی نمونہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے جلیل القدر صحابہ یا دوسرے صلحاء امت میں ملتا ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر کوئی دین پسند یہ ہے تو وہ جو مغربی تہذیب کا چربہ ہو اور جس میں اسلام کے نام پر مغربی تہذیب اور اس کی اقدار کو

فروغ دینے کا التزام ہو۔

یہ ہیں وہ حوصلہ شکن بین الاقوامی حالات جن میں جماعت اسلامی کام کر رہی ہے۔ اب ملک کے اندر دیکھیے تو یہاں متعدد گروہ اور طبقے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے پوری طرح کوشاں ہیں۔ یہ تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ جو ملک دینی انگوں کی تکمیل کے لیے — — — — —

— — — — — مال و جان اور عزت و آبرو کی بے پناہ قربانیوں سے حاصل کیا گیا تھا اس میں دینِ حق کے خلاف مسلسل سازشیں کی جا رہی ہیں۔ یہ سازشیں کرنے والے تعداد میں بلاشبہ کم ہیں اور دین سے محبت رکھنے والوں کے مقابلے میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ مگر چونکہ اختیارات کی باگین شروع ہی سے اس مختصر طبقے کے ہاتھ میں رہی ہیں اس لیے اس نے انتظامیہ کی قوت اور ملکی وسائل کو اسلام کے خلاف دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اس طبقے نے کئی ایک محاذوں پر کام کر کے اشتراکیت کی راہ ہموار کی۔ سب سے پہلے تو اس نے دورِ غلامی کی بُرائیوں کو جوں کا توں قائم رکھنے کے لیے ایٹری چوٹی کا زور صرف کیا تاکہ عوام کے اندر پاکستان کے مستقبل کے بارے میں بدولی پیدا ہو اور وہ یہ سوچنے لگیں کہ پاکستان اور اسلام کے نام پر ان کے ساتھ شرمناک کھیل کھیلا گیا ہے۔ ان لوگوں نے نہ صرف انگریزوں کے عہد کی جاگیر داریوں کو قائم رکھا بلکہ نئی جاگیر داریاں پیدا کیں اور جاگیر داروں کو اس بات کی کھلی چھٹی دی کہ وہ مزارعین کے ساتھ جن قسم کا ظالمانہ سلوک چاہیں کریں۔ یہ جاگیر دار حکومت میں ایک مؤثر قوت کی حیثیت سے شریک رہے۔ ان بدترین حالات کے ساتھ ساتھ برسرِ اقتدار طبقے اسلام سے محبت کا اظہار بھی برابر کرتے رہے۔ اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کے ذہنوں کے اندر یہ باطل خیال بٹھایا جاسکے کہ اسلام اس ظالم نظام کا مؤید اور حامی ہے اور اسے صرف اشتراکیت کے ذریعے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔

جس وقت ملک تقسیم ہوا اس وقت ہمارے نظامِ معیشت کی ہیئت اگرچہ سرمایہ دارانہ تھی مگر ابھی تک اس میں ان برائیوں کو سراٹھانے کے پوری طرح مواقع نہ ملے تھے جن کی وجہ سے آج اس نظام نے

غریبوں پر رحمہ جیات تنگ کر رکھا ہے۔ اگر اصحاب اقتدار بذہنیت نہ ہوتے تو وہ عزم اور تدبیر اور تھوڑی سی محنت کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام کو مٹا کر اس کی جگہ اسلامی نظام معیشت کی تشکیل کر سکتے تھے۔ مگر حکومت کے اندر غیر دینی عناصر نے جان بوجھ کر ملکی معیشت کی تعمیر خالص سرمایہ دارانہ نظام کے مطابق کی، بلکہ یہاں سرمایہ داری کو ان سارے مفاسد کے ساتھ ابھارا جن سے ایک لمبے تجربے کے بعد اب سرمایہ دارانہ ممالک پچھا پچھا چکے ہیں یا چھڑا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اس امر کا خاص طوہر اہتمام کیا کہ ملکی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے، اور یہ ہاتھ اتنے مضبوط ہوں کہ پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے سکیں۔ پھر نوکر شاہی، سرمایہ داری اور جاگیر داری کے گٹھ جوڑ سے غریبوں کے خون کا آخری قطرہ تک نیچور لینے کی کوشش کی گئی اور ہر گوشہ جیات میں اس قدر لوٹ مچائی گئی کہ عوام کے لیے جینا دو بھر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ تخیل پیش کرنا شروع کر دیا گیا کہ اصلاح حال کی کوئی صورت بجز اس کے ممکن نہیں کہ ملک کے سارے وسائل رزق براہ راست حکومت کی تحویل میں دے دیتے جائیں، عوام اس کے ہاتھ میں بے بس ہو جائیں اور حکومت لوگوں کو ناپائیدار چارہ مہیا کرنے کا کوئی بندوبست کر دے۔ ان لوگوں نے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے بعض لوگوں کے ذہنوں کو اس قدر ماؤنٹ کر دیا ہے کہ وہ یہ باور کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے کہ عوام آزادی اور عزت کے ساتھ بھی اپنی بنیادی ضروریات فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ نہیں مسلسل یہی تاثر دے رہے ہیں کہ زندگی کے نظام بس دو ہی ہیں۔ یا تو تم سرمایہ داری اور جاگیر داری کے استبداد کے تحت محرومیوں کے ساتھ فاقہ مستی کی زندگی بسر کرو، یا پھر ریاست کی خدائی کا فائدہ اپنی گردن میں ڈال کر غلامی کی زندگی اختیار کر لو۔ اشتراکیت کے اندر عوام کو معاشی اعتبار سے کس قدر آرام ملے گا یہ ایک انگ سوال ہے مگر ان لوگوں کی ہنرمندی دیکھیے کہ انہوں نے یہ فضا پیدا کر دی ہے کہ جو اشتراکیت کا مخالف ہے وہ لازمی طور پر عوامی مفاد کا دشمن، غریبوں اور ناداروں کا دشمن اور سرمایہ داری اور جاگیر داری کا حامی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اشتراکیت کے علاوہ جس نظام کی بھی حمایت کی جائے وہ لازمی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت اور غریب دشمنی ہی ہے۔



جماعت اسلامی سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کو لغت سمجھتی ہے اور ایک بار نہیں بلکہ بار بار اس کا برملا اظہار کر چکی ہے مگر یہ بے دین طبقے برابر یہ کہتے چلے جا رہے ہیں کہ یہ جماعت سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کی ایجنٹ ہے۔ حالانکہ اس ملک میں سرخ فوج کے ہر اول دستے سرمایہ داروں اور جاگیر داروں پر مشتمل ہیں، بلکہ اس فوج کی کمان بھی ان دونوں طبقوں ہی کے ہاتھ میں ہے مگر اس طبقے نے اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو چھپانے کے لیے بڑی عیاری کے ساتھ عوام کے اندر یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب تک وہ اپنے حقوق ملکیت سے دستبردار ہو کر اشتراکی آمریت کو پوری طرح اپنے آپ پر مسلط نہیں کرتے اور روٹی کے ایک ایک نوالے کے لیے اپنے آپ کو اس کا دست نگر نہیں بنا لیتے اس وقت تک ان کی بگڑی نہیں بن سکتی۔ اس طبقے کا اشتراکیت کے حق میں پرچار اور سرخ انقلاب برپا کرنے کے لیے اس کی عملی جدوجہد کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ جو لوگ ملک کے وسائل رزق پر اس وقت مسلط ہیں وہ ان پر اس سے کہیں زیادہ مضبوط گرفت کے ساتھ قابض ہو جائیں اور عوام میں اتنی سکنت اور بہمت بھی باقی نہ رہے کہ وہ ان کے ظلم و استبداد کے خلاف لب کشائی کر سکیں۔ اشتراکیت کے ساتھ اس سرمایہ دار طبقے کی غیر معمولی دلچسپی عوام کے مفاد کی خاطر نہیں بلکہ اپنے لیے غیر مسئول اقتدار کے حصول کی آرزو کا نتیجہ ہے۔ یہ طبقہ چاہتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے عوام کو اپنے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنائے اور اس کے اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند نہ ہونے پائے۔ وہ لوگ جو انسانی نفسیات سے قطعاً نااہل اور نادانف ہیں وہ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کی اصل خواہش مال و دولت کا حصول ہے۔ درحقیقت ایک دنیا پرست انسان کی سب سے بڑی خواہش اپنی خدائی اور کبرمائی کا اظہار ہے۔ وہ دولت اور مال اس لیے چاہتا ہے کہ اسے اپنی خدائی کے قیام میں ان مادی وسائل سے مدد ملتی ہے۔ انسان کا نفس اتارہ سب سے زیادہ تسکین غیر مسئول اقتدار میں پاتا ہے کیونکہ اس کے حاصل ہوجانے کے بعد وہ ہر خواہش اور تمنا کو بلا خوف و خطر پورا کر سکتا ہے۔ اقتدار کے مقابلے میں دولت کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں۔ چنانچہ دیکھیے کہ ہمارے ملک کے اکثر و بیشتر صنعت کار، تاجر اور زمیندار ہمیشہ اس امر کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ ان کے بیٹے اور بھتیجے کس طرح اعلیٰ سرکاری افسر بن جائیں۔ حالانکہ معاشی اعتبار سے

ان کے لیے ان سرکاری عہدوں میں کوئی کشش نہیں ہوتی۔ وہ اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان عہدوں پر اس لیے فائز دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان عزیزوں کی وساطت سے ملک کی انتظامیہ میں ان کا اثر و رسوخ بڑھے گا اور وہ ان کی مدد سے معاشرے پر تسلط قائم کر سکیں گے۔ انسان کی اصل خواہش قوت و اقتدار کا حصول ہے۔ دولت چونکہ اس کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اس لیے وہ دولت کی تمنا کرتا ہے اس وقت ملک کے اندر نوکر شاہی، جاگیر داری اور سرمایہ داری کے اس اشتراک نے نچلے طبقوں کے لیے زندگی کو ایک دردناک عذاب بنا دیا ہے۔ ایک نہایت ہی محدود سا طبقہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے اور ملک کی عظیم اکثریت کے لیے روح اور جسم کے رشتے کو برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ دولت کی اس غیر عادلانہ تقسیم کی وجہ سے ملک کی سیاسی حالت ابتر ہوئی ہے۔ سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ اپنی دولت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر تخت اقتدار پر براجمان ہو جاتا ہے اور پھر اس اقتدار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مزید دولت سمیٹتا ہے۔ یہ ایک شیطانی حکم ہے جس میں پوری قوم گرفتار ہے۔ دولت سے اقتدار ہاتھ آتا ہے اور اقتدار سے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوتا ہے۔

یہ ہیں وہ مختصر و اعلیٰ حالات جن میں جماعت اپنا انتخابی مشورہ پیش کر رہی ہے۔

مشورے کے متعلق کوئی بات کرنے سے پیشتر دو باتوں کا ذکر انتہائی ضروری ہے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ کسی پارٹی کا مشورہ اس کا نصب العین نہیں ہوتا بلکہ نصب العین تک پہنچنے کا درمیانی مرحلہ ہوتا ہے۔ مشورہ کی حیثیت منزل کی نہیں بلکہ تدبیر منزل کی ہے اور اسی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لینا چاہیے۔ مشورہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر پارٹی عوام کو نہایت واضح طور پر اس امر سے آگاہ کرے کہ اگر وہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے عنان اقتدار اُسے سونپ دیں تو اقتدار کی معینہ مدت کے اندر وہ مشورہ میں دیتے ہوئے پروگرام کی تکمیل کرنے کی کوشش کرے گی اور اس طرح قوم کو اس منزل کے قریب تر کر دے گی جو اس کے نزدیک اس کی اصل منزل ہے۔

دوسرے کسی مشورہ کی قدر و قیمت کو جانچنے کا معیار وہ حکمت عملی ہے جس کی بنیاد پر اسے مرتب

کیا جاتا ہے۔ اچھا منشور بے سرو پا بائوں، خوش کمن و عدوں، ناقابل عمل اسکیموں اور پروگراموں سے ترتیب نہیں پاتا بلکہ اس میں ہر قدم پر یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ اس وقت جو حالات ملک میں موجود ہیں ان کے اندر کس انداز کی تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں جن کی مدد سے وہ قوم اپنے حقیقی نصب العین سے قریب ہو جائے۔ جو لوگ کسی قوم کے سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی حالات کو کبھی نظر انداز کر کے کوئی نہایت ہی جاذب نظر منشور عوام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں وہ درحقیقت ان کے جذبات سے کھیلنے ہیں۔ کوئی منشور خدا میں تو مرتب نہیں ہو سکتا بلکہ اجتماعی حالات، ان کی نوعیت اور وقتوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے اس میں ہر قدم پر اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ملک میں اس وقت جو صورت حال موجود ہے اُسے کس حد تک کشت و خون کے بغیر نصب العین کی روشنی میں بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

ان دونوں باتوں کو نگاہ میں رکھ کر اب منشور کا جائزہ لیجیے۔ اس منشور میں پہلے مرحلہ پر اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد کو مضبوط کیا جائے، اس کی وحدت اور سالمیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے اور جو قومیں اس کی نظریاتی بنیادوں کو نقصان یا اس کی سالمیت کو صدمہ پہنچانے کا عزم رکھتی ہیں ان کے راستے میں پوری طرح ذراحت کی جائے۔ پھر مثبت طور پر اس بات کی پوری پوری کوشش کی جائے کہ عوام کے اندر دینی رجحانات زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں اور وہ فکر و عمل اور جذبہ و احساس کے اعتبار سے مسلمان بنیں۔

اس مقصد کے حصول کے لیے جماعت اسلامی نے اپنے منشور میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اگر برسر اقتدار آگئی تو نظام تعلیم کو اس نہج پر مرتب کرے گی جس میں ابتدا سے لے کر انتہائی مدارج تک ہر علم اور فن کی تعلیم میں خدا پرستانہ نظریات سمویا ہوں اور تعلیمی اداروں کے اندر اخلاقی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے گا، اساتذہ کے انتخاب میں صرف ان کی تعلیمی اسناد کو ہی ملحوظ خاطر نہ رکھا جائیگا بلکہ ان کی سیرت اور کردار کے بارے میں بھی اس امر کا اطمینان کیا جائے گا کہ وہ نونہر نسلوں کی تربیت کرنے کی پوری طرح اہلیت رکھتے ہیں۔ پھر انگریزی زبان کی جگہ قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنا کر

طلباء کو ذہنی مرعوبیت سے بھی نجات دلائی جائے گی تاکہ انہیں اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ انگریزی کی دہشت سے آئے ہوئے مغربی افکار پر ایمان لانے کے بجائے اسلامی نظریات کے علمبردار بنیں اور ذہنی غلامی سے نکل کر ایک آزاد مملکت کے آزاد شہری کی حیثیت سے غور و فکر کریں۔

اس مقصد کے تحت جماعت اسلامی نے اپنے منشور میں اس عزم کا بھی اظہار کیا ہے کہ پبلک اسکول سرکاری خرچ پر قائم کرنے اور چلانے کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔ اس وقت تعلیمی میدان میں یہ افسوسناک صورت حال درپیش ہے کہ تعلیمی مد کی ایک اچھی خاصی رقم غیر ملکی افکار و نظریات اور عادات و اطوار کے ان گہواروں پر صرف کی جا رہی ہے اور ان کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ مسلمان قوم کے اندر برابر ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جاتا رہے جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو پاکستانی ہو مگر افکار و تصورات، جذبات و احساسات اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے مغربی ہو۔ اور پھر انگریزی زبان کی تبری قائم رکھ کر حکومت کا نظم و نسق اسی طبقے کے ہاتھ میں رکھا جائے تاکہ یہ سابق انگریز حکمرانوں کی جانشینی کا حق ادا کرتا رہے۔ انگریزی حکومت جو کام انگریزوں کو کرنا چاہی سے لیا کرتی تھی، وہی کام اب پاکستانی صاحب بہادروں سے لیا جا رہا ہے اور اسی مقصد کے لیے ملک میں پبلک سکولوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ جماعت اسلامی تعلیمی میدان میں اس دو عملی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی اور نئی نسلوں کو اس انداز سے تعلیم دینے کا بندوبست کرے گی کہ اس کے اندر طبقاتی تقسیم پیدا نہ ہونے پائے اور سارے ہونہار بچوں کو حصول تعلیم کے لیے ایک جیسے مواقع میسر آئیں اور وہ فکر و احساس کا مشترک سرمایہ لے کر درسگاہوں سے نکلیں۔

اس منشور میں جماعت اسلامی نے اس حقیقت کو بھی اپنی نگاہ میں رکھا ہے کہ تعلیمی درسگاہوں اور ماحول کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا ہونا کہ جب طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر معاشرے میں قدم رکھیں تو وہ اپنے سامنے ایک بالکل اجنبی ماحول نہ پائیں بلکہ انہیں یہ احساس ہو کہ درسگاہوں کے اندر انہوں نے محدود پیمانہ پر جو دینی اور اخلاقی تربیت پائی ہے معاشرتی ماحول اسے جلا دینے اور اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کے پورے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جماعت نے ماحول کو اسلامی افکار و احساسات

سے معور کرنے کے لیے بعض بڑی موثر تدابیر پیش کی ہیں۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ زور اقامتِ صلوة کو فروغ دینے اور احترامِ رمضان کو قائم رکھنے پر دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے کسی مسلمان قوم کے ممکن فی الارض کے ساتھ اس پر اقامتِ صلوة کی جو بنیادی ذمہ داری عائد کی ہے اس کی وجہ یہی ہے۔ قیام نماز کے بارے میں اس کے احساسِ ذمہ داری ہی سے اس کے دینی مزاج کی نشاندہی ہوتی ہے اور عوام کے اندر یہ شعور بیدار ہوتا ہے کہ یہ حکومت اسلامی تعلیمات کو نافذ کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ نماز کے اجتماعی نظام سے پورے ماحول میں دینداری پیدا ہوتی ہے اور بہت سی بُرائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔

نماز کے علاوہ جماعت اسلامی نے اپنے منشور میں اس غم کا بھی اظہار کیا ہے کہ وہ اسلامی عقائد، احکام اور تعلیمات سے عوام کو آگاہ کرنے کے لیے تمام ممکن تدابیر اختیار کریگی اور قانون و انتظام کی تمام طاقتوں اور حکومت کے تمام ذرائع و وسائل سے کام لے کر معاشرے کو ہر قسم کے فواحش اور اخلاقی مفاسد سے پاک کرنے کی کوشش کرے گی اور ان اسباب کا قلع قمع کرنے پر زور صرف کرے گی جن سے معاشرے میں جرائم اور اخلاقی برائیوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں بے حیائی پھیلانے والی اور عفت و پاکدامنی کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی خاندانی منصوبہ بندی کی پوری اسکیم بھی ختم کر دی جائیگی، اور ملک کے وسائل پر روز افزوں آبادی کے دباؤ کا علاج و وسائل کو فریڈ ترقی دینے سے کیا جائے گا۔

اس منشور میں معاشی پالیسی کے بنیادی مقاصد یہ بیان کیے گئے ہیں :

— عادلانہ تقسیمِ دولت ،

— دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے سے روکنا ،

— ظلم اور ناجائز استحصال کی تمام صورتوں کا خاتمہ ،

— تمام لوگوں کے لیے مساوی مواقع کی فراہمی ،

— معاشی ترقی کے فوائد سے ملک کے تمام لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع دینا۔

## — ملک سے غربت کا خاتمہ

— اور اس امر کی ضمانت کہ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے کوئی باشندہ محروم نہ رہے۔ ان مقاصد پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ معاشی میدان میں جماعت اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ ایک طرف تو پائیدار کے عوام سرمایہ داری اور جاگیر داری کی لغتوں اور مصائب سے نجات حاصل کر سکیں اور دوسری طرف اشتراکیت کی صورت میں سرمایہ دارانہ آمریت سے بھی محفوظ رہیں۔ انہیں اس میدان میں ایسے مواقع فراہم کیے جائیں کہ آزادی کے ساتھ اپنی عزتِ نفس کا سودا کیے بغیر معاشی لحاظ سے اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ وہ اگر ایک طرف سرمایہ داروں کی بوٹ کھسوت اور جاگیر داروں کے جبر و استبداد سے مامون ہوں تو دوسری طرف اشتراکیت کی بے حس جکڑ بندیوں سے بھی آزاد رہیں تاکہ حکومت کی غلط پالیسیوں پر سے بلاخوف و خطر ٹوک سکیں اور اُسے اپنی خواہش کے مطابق تبدیل کر سکیں۔

اس سلسلے میں جماعت اسلامی کے مشورے کے اندر دو واضح پروگرام پائے جاتے ہیں۔ ایک پروگرام میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ دولت کے ارتکاز کو روکا جائے تاکہ ملکی دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے نہ پائے اور ملک کی عام آبادی پیدائش دولت سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکے۔ دوسرے، ملک کے بے بس اور مفلوک الحال طبقے کی بے بسی کو دور کر کے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ سرمایہ دار طبقے اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس کی محنت سے ناجائز انفعاع نہ کر سکیں۔ پسے ہوئے طبقوں کی داد و بند کی قوت کو بڑھا کر انہیں اس قابل بنایا جائے کہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ اپنے حق کا مطالبہ کر سکیں اور محض اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے اپنے حق سے محروم نہ رہیں۔ معاشی عدل کے قیام کے لیے یہ پروگرام انتہائی ضروری ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے اس منشور میں اُن تمام نئی اور پرانی جاگیر داریوں کو ختم کرنے کا عزم کیا گیا ہے جو کسی دورِ حکومت میں اختیارات کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوئی ہوں۔ اسی طرح صنعت و تجارت میں اجارہ داریوں اور کاروباری حتمہ بندیوں کو توڑنے، بڑی بڑی صنعتوں اور تجارتوں کی ملکیت کو عام لوگوں میں پھیلانے کا التزام کیا گیا ہے تاکہ

دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کے بجائے عوام میں بلا روک ٹوک پھیلے اور کوئی طبقہ کسی دوسرے طبقے کے ناجائز تسلط یا دباؤ کی وجہ سے اپنے جائز حقوق سے تہی دست نہ رہے۔ پھر اس منشور میں اس امر کی تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ سود، شہ، جوا، بیوع فاسدہ، ناجائز ذخیرہ اندوزی اور کسب مال کے دوسرے تمام ان طریقوں کو ناجائز منسوخ کر دیا جائے گا جنہیں اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ دولت حاصل کرنے کے صرف حلال طریقے باقی رہنے دیتے جائیں گے اور اب تک ناجائز اور حرام طریقوں اور ایک فاسد نظام کی غلط نجشٹیوں سے دولت کا جو انتہائی ظالمانہ ارتکاز ہو چکا ہے اس کے انتیسال کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق تمام ان لوگوں کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا جائے گا جن کے پاس دولت کا غیر معمولی اجتماع پایا جاتا ہے اور اس حرام دولت کو واپس لینے کے لیے تمام مناسب انتظامی اور قانونی تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

معاشی عدل کے قیام کے لیے یوں تو جماعت نے اور بھی بہت سی تدابیر اپنی منشور میں درج کی ہیں لیکن اگر صرف مندرجہ بالا چند تدابیر کو اختیار کیا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام اپنے سارے مفاسد کے ساتھ چند سالوں میں ختم ہو سکتا ہے۔ جاگیر داریوں کے خاتمے سے نہ صرف مزارعین کی ایک بڑی تعداد ظلم و استبداد سے بچانی جاسکتی ہے بلکہ اُسے زمینوں کا مالک بنا کر اس کی معاشی حالت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ پھر جماعت نے قدیم املاک کے معاملے میں عارضی طور پر زمین کی ملکیت کی جو ایک خاص حد مقرر کی ہے اس نے جاگیر داری کا پوری طرح سدباب کر دیا ہے۔ اسی طرح صنعت و تجارت میں جماعت کی مجوزہ تدابیر بڑے دور رس نتائج کی حامل ہیں۔ وہ لوگ جو سرمایہ دارانہ نظام کے ارتقاء اور اس کے مفاسد کی صحیح نوعیت کو جانتے ہیں ان سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ نظام پیدائش و دولت کے غیر اخلاقی اور غیر انسانی طریقوں کی مدد سے پُران پڑھا ہے۔ اگر کسب مال کے ان سارے راستوں کو بند کر دیا جائے جنہیں شریعت اسلامی نے حرام قرار دیا ہے تو اس نظام کی رفیع الشان عمارت خود بخود پیوند خاک ہو جائے گی۔ سرمایہ داری اور حرام خوری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر حرام خوری کو روک دیا جائے تو سرمایہ داری خود دم توڑ دیگی۔

اس ضمن میں جماعت نے معاشی اعتبار سے مفہوم الحال طبقوں کو اٹھانے کے لیے بھی متعدد تدابیر پیش  
(باقی صفحہ ۲۴۵ پر)

کرنے والے محکمے کے سپرد کیے جائیں۔ اور جو شخص بھی معطلی کا پیشہ اختیار کرنا چاہتا ہو وہ لازماً اس ادارے میں داخل ہو۔ اور معطلی کا لائسنس صرف اسی شخص کو دیا جائے جس کے پاس اس انسٹی ٹیوٹ کا جاری کردہ تعلیمی ٹرنفیکٹ ہو۔ موجودہ لائسنس اس انسٹی ٹیوٹ کے آغاز کے چھ ماہ بعد منسوخ کر دیئے جائیں۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ مولانا مودودی مظہر العالی نے رابطہ عالم اسلامی کے ایک اجلاس میں حج کے بارے میں جو اصلاحات تجویز کی تھیں ان میں ایک یہ اصلاح بھی تھی کہ معطلین کی دینی و اخلاقی تربیت کا انتظام کیا جائے اور اس غرض کے لیے تربیتی مراکز قائم کیے جائیں۔ مذکورہ بالا اصلاحات انہی تجاویز کو پورا کرتی ہیں۔

آئندہ شمارے میں • اسرائیلی ۱۹۷۱ء میں ایک اور بھر پور حملہ کرنے والا ہے ؟ • مصر کے نامور عالم دین محب الدین الخطیب کا انتقال • ترکی کے دوفہ عناصر کے بارے میں ایک یہودی مصنف کے خیالات • سوڈان کی اسلامی یونیورسٹی کیوں بند کی گئی ہے۔ • عرب وزارت نے تعلیم کی کانفرنس کی روداد۔

(بقیہ اشارات) کی ہیں جن میں پہلی تدبیر معاوضوں کے درمیان موجودہ غیر معمولی تفاوت کو کم کرنا ہے تاکہ ملک اندر طبقاتی تقسیم ختم ہو۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ کسی محنت کش کے لیے کوئی معاوضہ اس حد تک نہ ہو جو جوڑ زمانے کی قیمتوں کے لحاظ سے ایک کنبے کی بنیادی ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو مکان، علاج اور بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مناسب بہولتیں دی جائیں۔ پھر تمام صنعتوں میں مزدوروں کو بونس بھی دیا جائے اور انہیں صنعتوں میں حصہ دار بنایا جائے۔ یہ اور اسی نوعیت کی بعض دوسری تدابیر کے ذریعے جن میں کوآپ اور صدقات کے جمع کرنے کا انتظام اور ان کا شریعت اسلامی کے مطابق صرف، اور حرام راستوں میں دولت خرچ کرنے پر پابندیاں بھی شامل ہیں، تم زدہ محنت کشوں کے حالات کو کافی حد تک بہتر بنایا جاسکتا ہے اور انہیں عملی طور پر بروہ دکھایا جاسکتا ہے کہ سرمایہ داری کی لعنت ختم کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان لازمی طور پر اشتراکیت کی غلامی کا طوق ہی گلے میں پہنے۔

اس مشورہ میں غیر مسلم اقلیتوں کو تمام شہری اور قانونی حقوق کی حفاظت کی ضمانت بھی دی گئی ہے اور ان



اس بات کا عہد کیا گیا ہے کہ حکومت نہ صرف ان کے حقوق کی پوری طرح حفاظت اور پاسبانی کرے گی بلکہ انہیں اپنے تعلیمی اور تہذیبی معاملات میں جن وسائل کی ضرورت ہوگی وہ انہیں کشادہ دل سے فراہم کرے گی۔ اکثریت کے طرز عمل یا حکومت کے ظلم و ستم سے انہیں جو معقول شکایات ہوگی انہیں رفع کرنے کی بھی پوری کوشش کی جائے گی۔

خارجہ پالیسی کے بارے میں جماعت نے اس بنیادی موقف کو سامنے رکھا ہے کہ پاکستان چونکہ ایک اصولی اور نظر ثانی مملکت ہے لہذا اس کی ملکی پالیسی کی طرح اس کی خارجہ پالیسی بھی لازماً اس کے اختیار کردہ نظریہ حیات پر مبنی ہونی چاہیے۔ اسلام نے ہمیں ایک آئینتِ وسط بنا یا ہے اور ہم پر شہداء علی الناس کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہماری حکومت دنیا میں حق و انصاف کی علمبردار ہو اور ظلم و زیادتی کی پوری طرح مخالفت کرے خود راست بازی سے کام لے اور دوسروں کو راست بازی سے کام لینے پر آمادہ کرے۔ اس بنا پر جماعت اسلامی ساری دنیا میں جس جہت تک بھی ممکن ہو، اسادارحیت اور استعماریت کا زور توڑنے اور حق و انصاف کی عملداری قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور اس کی حمایت ہمیشہ ان مظلوم قوموں کو حاصل ہوگی جو ان بلاؤں کی شکار ہیں۔ اس منشور میں سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدوں سے پاکستان کی وابستگی ختم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کثیر کے بارے میں زیادہ موثر قدم اٹھانے کا عہد کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ اچھے اور خوشگوار تعلقات استوار کرنے اور خاص طور پر عالم اسلام کے ساتھ قریب ترین تعلقات قائم کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔

جماعت اسلامی کے منشور کے یہ چند اہم پہلو ہیں جنہیں یہاں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی جامع سکیم تو پورا منشور دیکھ کر ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جو حضرات اس ملک کے معاملات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہیں انہیں اس منشور کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ منشور کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے، بلکہ انسانی فکر و تدبیر کا ایک لائحہ عمل ہے جو ملک کے موجودہ حالات کو اسلامی اصولوں کے مطابق درست کرنے کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔